تقریرِ رسول ﷺ سے مستنبط احکام حج و عمرہ کا تحقیقی جائزہ

An Analytical Study of Hajj and Umrah Rules Derived from Taqreer (Silence Approval) Of Prophet ﷺ

فیاض احمد*

پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی**

ABSTRACT:

This article primarily aims to present an analytical study of Ahkam (Islamic directions or rules) of Hajj and Umrah derived from Taqreer- e- Rasool (Tacit or silent approval of Prophet) which is the second basic source of Islamic Jurisprudence. The study includes opinions of different schools of Islamic law. It high lights the importance of Hadith e Taqreeri which is an important kind of Hadith. Moreover, it discusses different methods for deriving of Islamic rules from Hadith and combination of Muktalif ul Hadith(Hadith having opposite meaning).

Key Words: Seerah, Islamic directions or rules, silent approval of Prophet.

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسانیت کے ساتھ ہی اس کی احسن الوجوہ راہنمائی کی حجت کچھ اس انداز سے تمام کی کہ خود اس کے نفس میں امتیازِ خیر و شر کی صلاحیت ودیعت کی۔ پھر مزید رشد و ہدایت کی تکمیل کیلئے انبیاء و رسل کا ایک باقاعدہ سلسلہ مبعوث فرمایا جو ہدایت کا یقینی ذریعہ قرار پائے۔ اس سلسلے کا اختتام ذاتِ محمد ﷺ پر ہوتا ہے جن پر قرآن مجید کا نزول ہوا جو شریعتِ اسلامیہ کا پہلا بنیادی ماخذ ہے اور شریعتِ محمدیہ کا دوسرا بنیادی ماخذ حدیثِ نبوی ﷺ ہے جو بیسیوں مجمل قرآنی احکام کی تشریح کا ذریعہ ہے۔ تقریرِ رسول ﷺ دراصل حدیثِ نبوی ﷺ کی ایک اہم قسم ہے۔

اصطلاح میں حدیثِ تقریری سے مراد ہے کہ آنحضور ﷺ کی حیات، مجلس یا موجودگی میں کسی کام کا ہونا یا کیے جانے کا ذکر ہو اور آپ ﷺ کا انکار مذکور نہ ہو، قولاً یا فعلاً آپ ﷺ کی پسندیدگی، تائید یا موافقت شامل ہو جیسا کہ یہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ فَسَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ۔[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، تو گرمی (کی تکلیف) سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے جو ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے یہی صورت حال عمرہ کی بھی ہے چونکہ ارشادِ باری

*PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, AIOU, Islamabad.
Email: ahmedfiaz440@gmail.com
**DEAN Faculty of Arabic and Islamic Learning, AIOU, Islamabad.

تعالیٰ ہے۔وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ[2] حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔

یہ اسلام کی چارگانہ اہم ترین اساسی عبادات میں سے ایک ہے جس کا شمار شعائرِ اسلام میں ہوتا ہے اس کی جامعیت جان ومال پر مبنی ہے۔یہ اپنے تمام ارکان، اعمال ومناسک کے ساتھ طاعاتِ محض، مجرد امتثال اور بلاچون وچرا فرمانبرداری کا نام ہے۔امیرِ حج کی من وعن اطاعت دراصل اہلِ اسلام کی مرکزیت، امامتِ کبری، سمع وطاعت، ہجرت ومہاجرت، یکجہتی ویک رخی اور اجتماعیت واتحادِ ملی کی آئینہ دار ہے ساتھ ہی مختلف الاجناس، مختلف اصناف اور مختلف الاوطان بنی نوع انسانوں کا باہمی میل وملاپ تبادلۂ افکار وخیالات اور مبادلۂ معاملات کا مرکزی عمل سال بہ سال وقوع پذیر ہوتا ہے جو اسلامی قوم کی اخوتِ عامہ، بین الاقوامی ہمدردی اور ہمہ جہتی عالمی تعاون وتناصر کی جڑیں مضبوط کرنے کا باعث ہے۔اس اہم وعظیم عبادت سے متعلق معلومات کے بحرِ بےکراں میں سے اس مقالہ میں تقریرِ رسول ﷺ سے احکام ومسائلِ حج کو ایجاز واختصار کے ساتھ تحقیقی انداز سے سمیٹنے کی کوشش کی گئی جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ تقریرِ رسول ﷺ سے استنباط شدہ احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1: قبل از احرام وطواف افاضہ خوشبو کا استعمال

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ[3]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل میں آپ کے احرام کے لئے اور اسی طرح طواف زیارت سے پہلے حلال ہونے کے لئے خوشبو لگایا کرتی تھی۔

اسی مفہوم کی حامل دوسری روایت ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے جس میں آخری جملہ ولحله قبل أن يفيض[4] یعنی طواف افاضہ سے قبل حلال ہونے کیلئے خوشبو کے استعمال کا ذکر ہے۔اور تیسری روایت ابی داؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ:

كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الإِحْرَامِ فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلاَ يَنْهَاهَا[5]

ترجمہ: ہم رسول ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔جب احرام باندھنے کا وقت آیا تو ہم نے اپنی پیشانیوں پر خوشبو کا لیپ لگایا جب پسینہ آتا تو وہ خوشبو بہہ کر منہ پر آجاتی اور رسول ﷺ اس کو دیکھتے لیکن منع نہ فرماتے۔

مستنبط احکام:

اس حدیث میں دو نکات اہم ہیں۔اول: احرام باندھنے سے قبل خوشبو کے استعمال کا حکم۔دوم: طواف زیارت سے قبل حلت کیلئے خوشبو کے استعمال کی نوعیت۔ان سے متعلق فقہا کی آراء درج ذیل ہیں۔

بعض صحابہ کرام جن میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، حضرت عائشہ، امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، امام شافعی، امام احمد بن

حنبل اور امام ثوری وغیرہ کے نزدیک قبل از احرام خوشبو لگانا مستحب ہے۔ان حضرات کی دلیل حضرت عائشہ سے مروی مذکورہ بالا روایت ہے اسی سے متعلق امام شافعیؒ رقمطراز ہیں کہ:

فَنَرَى جَائِزًا لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ أَنْ يَتَطَيَّبَا بِالْغَالِيَةِ وَغَيْرِهَا مِمَّا يَبْقَى رِيحُهُ بَعْدَ الْإِحْرَامِ[6]

ترجمہ: پس ہمارے نزدیک مرد اور عورت کیلئے (احرام سے قبل) خوشبو لگانا جائز ہے چاہے اس کا اثر احرام باندھنے کے بعد تک قائم رہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ: أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ أَرَادَ الْإِحْرَامَ أَنْ يَتَطَيَّبَ فِي بَدَنِهِ خَاصَّةً، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا يَبْقَى عَيْنُهُ هَذَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَائِشَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ وَمُعَاوِيَةَ[7]۔

ترجمہ: جو احرام باندھنے کا ارادہ کرے اس کیلئے بدن پر خوشبو لگانا مستحب ہے چاہے اس کا اثر باقی رہے یہ عبداللہ بن عباس، ابن زبیر، سعد بن ابی وقاص، حضرت عائشہ، ام حبیبہ اور امیر معاویہ کا قول ہے۔

اس بات کا ذکر امام نووی[8] نے بھی کیا ہے جبکہ کچھ فقہاء جن میں امام مالک اور امام زہری شامل ہیں ان کی رائے میں احرام باندھنے سے قبل خوشبو کا استعمال باعث کراہت ہے یا منع کیا گیا ہے۔اس رائے سے متعلق ابن قدامہ فرماتے ہیں"يُكْرَهُ ذَلِكَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ"[9] امام مالک کے قول کے مطابق اس میں کراہت ہے اور وہ اس متفق علیہ روایت سے حجت لیتے ہیں جس میں صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور وہ خوشبو سے معطر ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ، فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا، ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ، مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ"[10]

ترجمہ: جس نے خوشبو لگائی ہو وہ دھوڈالے تین مرتبہ، جبہ اتار دے اور وہی افعال عمرہ میں سرانجام دے جو حج میں کرتے ہو۔

امام نووی لکھتے ہیں" وَقَالَ آخَرُونَ بِمَنْعِهِ مِنْهُمُ الزُّهْرِيُّ وَمَالِكٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ"[11] یعنی امام زہری، امام مالک اور محمد بن حسن وغیرہ نے منع کیا ہے۔

دوم : طواف زیارت سے قبل خوشبو کے استعمال سے متعلق امام شافی اور اکثر فقہاء جواز کا فتوی دیتے ہیں، جیسا کہ امام نووی لکھتے ہیں:"وَأَمَّا قَوْلُهَا وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ فَالْمُرَادُ بِهِ طَوَافُ الْإِفَاضَةِ فَفِيهِ دَلَالَةٌ لِاسْتِبَاحَةِ الطِّيبِ بَعْدَ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَالْحَلْقِ وَقَبْلَ الطَّوَافِ وَهَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْعُلَمَاءِ كَافَّةً "[12] اور قول"وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ "میں طواف سے مراد طواف افاضہ ہے اور اس میں دلیل ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی، حلق کے بعد اور طواف سے قبل خوشبو لگانا مستحب ہے۔یہی اما شافعیؒ اور بہت

سے علماء کا مذہب ہے جبکہ امام مالک نے کراہت کا اظہار کیا ہے ان کی دلیل گذشتہ بالا متفق علیہ حدیث ہے جس میں خوشبو دھوڈالنے کا ذکر ہے۔ جن اصحاب نے منع کیا ہے ان میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حرام ہے یا مکروہ اور کیا فدیہ لازم آتا ہے یا نہیں۔ وہ احادیث جن میں خوشبو کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اس میں سے ایک صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث ہے جبکہ گزشتہ مذکورہ حدیث تقریری میں آپ ﷺ کا اقرار موجود ہے۔ ان دنوں میں تطبیق کچھ یوں ہے کہ بخاری شریف کی حدیث 8ھ میں مذکور ہے جبکہ حضرت عائشہ سے مروی حدیث کا زمانہ حجۃ الوداع 10ھ کا ذکر ہے لہذا یہ پہلے والی حدیث کی ناسخ ہے۔ چنانچہ ابن قدامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: لَا خلاف بَيْنَ جَمَاعَةِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالسِّيَرِ وَالْآثَارِ، أَنَّ قِصَّةَ صَاحِبِ الْجُبَّةِ كَانَتْ عَامَ حُنَيْنٍ، بِالْجِعْرَانَةِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَحَدِيثَ عَائِشَةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ سَنَةَ عَشْرٍ، فَعِنْدَ ذَلِكَ إنْ قُدِّرَ التَّعَارُضُ، فَحَدِيثُنَا نَاسِخٌ لِحَدِيثِهِمْ[13]

ترجمہ: سیرت اور آثار کے اہل علم کے درمیان ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ واقعہ صاحب الجبہ جعرانہ میں سال حنین سن 8ھ کا ہے اور حضرت عائشہ سے مروی یہ حدیث حجۃ الوداع سن 10ھ کی ہے لہذا ان میں تعارض نہیں بلکہ حضرت عائشہ والی حدیث دوسری کی ناسخ ہے۔

2: حالت احرام میں عورت کا چہرہ ڈھانپنا

عن عائشة قالت كنا مع النبي ﷺ ونحن محرمون فإذا لقينا الراكب أسدلنا ثيابنا من فوق رؤسنا فإذا جاوزنا رفعناها[14]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں ہم بحالت احرام رسول اللہ ﷺ کیساتھ تھیں جب کوئی سوار ملتا تو ہم سر کے اوپر سے کپڑے چہروں کے سامنے کر لیتیں جب وہ آگے گزر جاتا تو ہم کپڑا ہٹا لیتیں۔

اسی مفہوم کی حامل سنن ابی داؤد میں مذکور حضرت عائشہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں "قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا إِلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ"۔[15] اس حدیث میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جس کو ابن حجر نے ضعیف الحدیث کہا ہے[16] اور علامہ البانی نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔[17]

مستنبط احکام:

حالت احرام میں عورت کے سر کا حکم مرد کے مثل ہے یعنی عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے لیکن مذکورہ حدیث میں جو کیفیت بیان ہوئی ہے وہ یہ کہ بوقت ضرورت عورت سر کے اوپر سے کپڑا اس طرح لٹکالے کہ وہ کپڑا چہرے کو مس بھی نہ ہو اور چہرہ نظر بھی نہ آئے۔ اس مسئلہ میں مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ[18] کی رائے یہی ہے جیسا کہ المغنی میں ہے:

"فَأَمَّا إذَا احْتَاجَتْ إلَى سَتْرِ وَجْهِهَا، لِمُرُورِ الرِّجَالِ قَرِيبًا مِنْهَا فَإِنَّهَا تَسْدُلُ الثَّوْبَ مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا رُوِيَ

ذَلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَائِشَةَ وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَمَالِكٌ وَالثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ''۔[19] یعنی اگر عورت کے پاس سے مردوں کا گزر ہو اور اسے ان سے اپنا چہرہ چھپانے کی ضرورت پیش آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے اوپر سے کوئی آڑ بنا کر چہرہ کے آگے سے کپڑا لٹکا لے اور مردوں سے اس طرح اپنا چہرہ چھپالے۔ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث نبوی ہے۔

جبکہ احناف کی رائے بھی یہی ہے جس کا ذکر امام کاسانی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔'' لَا بَأْسَ أَنْ تُسْدِلَ عَلَى وَجْهِهَا بِثَوْبٍ وَتُجَافِيهُ عَنْ وَجْهِهَا''[20] اور اسی طرح چہرہ کے آگے سے کپڑا لٹکا لینے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ چہرے کو مس نہ ہو۔ جہاں تک حالت احرام میں برقعہ کا تعلق ہے اس سے متعلق ابن قدامہ نے ابن منذر کے حوالے سے ان الفاظ میں اجماع لکھا ہے'' وَكَرَاهِيَةُ الْبُرْقُعِ ثَابِتَةٌ عَنْ سَعْدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ. وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا خَالَفَ فِيهِ''[21] اور برقع کی کراہیت حضرت عبداللہ بن عمر، سعد، ابن عباس اور عائشہ سے ثابت ہے اور ہم اس کے خلاف کسی کی رائے کو نہیں جانتے۔

3 : حالت احرام میں شکار شدہ پرندہ کی قبولیت یا عدم قبولیت کا حکم

عَنْ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ أَكَلَهُ وَقَالَ أَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.[22]

ترجمہ: عثمان التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم طلحہ بن عبداللہ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے اور ایک شکار شدہ پرندہ ان کو ہدیہ دیا گیا(یعنی پکا ہوا) سو بعضوں نے ہم میں سے کھایا اور بعضوں نے پرہیز کیا۔ طلحہ سو رہے تھے جاگے تو ان لوگوں کے موافق ہوئے جنھوں نے کھایا تھا اور انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا گوشت کھایا۔

مستنبط احکام:

اس حدیث مبارکہ میں حالت احرام میں شکار شدہ پرندہ کی بطور ہدیہ قبولیت سے متعلق رسول خدا ﷺ کا اقرار نقل کیا گیا اس کا اور اس سے متعلقہ معاملات کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ[23]

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم حالت احرام میں ہو تو کسی قسم کا شکار نہ مارو۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا[24]

ترجمہ: تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے تاکہ وہ تمہارے اور قافلوں کیلئے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنے لیکن جب تم حالت احرام میں ہو تو تم پر ہر خشکی کا شکار حرام کر دیا جاتا ہے۔

درج بالا قرآنی آیات کی رو سے محرم کیلئے بری شکار کرنا کلی طور پر ممنوع ہے جبکہ آبی شکار اور اس سے فائدہ اٹھانا مطلقاً جائز

ہے۔البتہ موذی جانور کا قتل کرنا جائز ہے کیونکہ وہ اذیت پہنچانے میں پہل کرتا ہے نیز شکار شدہ چیز کی قبولیت سے متعلق احکام درج ذیل ہیں:

1: اگر شکار شدہ چیز خاص طور پر غیر محرم کی طرف سے محرم کیلئے شکار کی گئی ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک محرم کیلئے حرام ہے اس کی دلیل صحیح بخاری میں موجود صعب بن جثامہ کی یہ روایت ہے کہ:

أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ'' [25]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک شکار شدہ حمار وحشی بطور ہدیہ پیش کی جب آپ ﷺ مقام ابوا یا ودان میں تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں واپس کر دی۔جب آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر ناگواری کے اثرات محسوس کئے تو فرمایا کہ ہم نے تمہیں یہ صرف اس لئے واپس کی ہے کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

جبکہ احناف کے نزدیک اگر محلل محرم کیلئے شکار کرے مگر محرم نے اشارہ یا معاونت نہ کی ہو تو وہ محرم کیلئے حلال ہے ان کی دلیل حضرت ابو قتادہ کی یہ روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ فِي نَفَرٍ مُحْرِمِينَ وَأَبُو قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ مِنْكُمْ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ. قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ فَكُلُوا[26]

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ محرمین کی ایک جماعت میں تھے لیکن وہ خود محرم نہ تھے، وہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک نیل گائے شکار کی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا یا کوئی معاونت کی؟ تو صحابہ نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھالو۔

2: اگر کسی محلل نے عمومی شکار کیا ہو لیکن بعد میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ محرم کو بطور ہدیہ بھیجا گیا ہو تو یہ محرم کیلئے حلال ہے اس پر فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں اس کی دلیل مذکورہ بالا صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ کی روایت ہے۔

3: اگر خاص طور پر کسی محرم کیلئے محلل شکار کرے تو اس کیلئے اس کا کھانا حرام ہے اور دوسرے محرم کیلئے اس کے کھانے کا حکم کیا ہے۔اس میں دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ یہ شکار دوسرے محرم کیلئے حلال ہے کیونکہ نہ تو اس کیلئے کیا گیا، نہ اس نے اشارہ یا دلالت کی جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت میں حضرت عثمان نے شکار کا ہدیہ خود نہ کھایا بلکہ باقی صحابہ کو کہا کہ کھاؤ تو لوگوں نے کہا آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا'' إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنَّمَا صِيدَ مِنْ أَجْلِي''[27] میں تمہاری مثل نہیں یہ شکار میرے لئے کیا گیا ہے ۔

دوم یہ کہ دوسرے محرم کیلئے حلال نہیں اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیثِ جثامہ رضی اللہ عنہ ہے۔(واللہ اعلم)

4: حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ (حج قرآن)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ۔[28]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ کے پیچھے ایک ہی سواری پر بیٹھا ہو تھا اور لوگ حج وعمرہ کا ایک ساتھ بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے تھے۔

ایک دوسری حدیث جو کہ امام مسلم نے حضرت ابونضرہ کی روایت سے اپنی صحیح میں نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ وَإِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔[29]

ترجمہ: ابونضرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیں حج تمتع کرنے کا حکم فرماتے تھے اور حضرت ابن زبیر حج تمتع سے منع فرماتے تھے روای کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر حضرت جابر بن عبداللہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے ہی ہاتھوں سے لوگوں میں پھیلی ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے تو جب حضرت عمر کھڑے ہوئے خلیفہ بنے تو فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور قرآن مجید نے اس کے احکام نازل فرمائے ہیں کہ تم حج اور عمرہ پورا کرو جیسا کہ اللہ تعالی نے تمہیں حکم دیا ہے۔

مستنبط احکام:

دراصل اس حدیث میں اقسام حج میں سے ایک قسم حج قرآن کے جواز کا ذکر ہے تینوں اقسام کا مختصر مفہوم درج ذیل ہے:

حج افراد: اس میں حاجی صرف حج کا احرام باندھتا ہے اور تکمیلِ حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھتا ہے۔

حج تمتع: اس میں حج کے مہینوں میں عمرہ کی تکمیل کے بعد اسی سال ایام حج میں حج کیلئے احرام باندھا جاتا ہے۔

حج قرآن: آفاقی یا غیر ملکی باشندہ جو حج وعمرہ کی اکٹھی نیت کرکے احرام باندھے پہلے عمرہ کے افعال کی تکمیل کرے گا پھر حج کے افعال کی البتہ افعال حج وعمرہ سے حلق وتقصیر وغیرہ مکمل کرکے حلال ہونے سے پہلے بجالائے گا۔

دراصل مذکورہ بالا تینوں اقسام کے جواز پر فقہائے اسلام متفق ہیں البتہ اختلاف فضیلت پر ہے۔احناف حج قرآن کو باقی دونوں سے افضل قرار دیتے ہیں انکی دلیل حضرت انس سے مروی مذکور بالا روایت ہے اس کے علاوہ اس قسم میں میقات سے احرام باندھا جاتا ہے اور حاجی افعال حج سے فراغت تک مستقل حالت احرام میں رہتا ہے جبکہ دونوں اقسام میں یہ صورت نہیں ہوتی۔ امام مالک اور امام شافعی نے حج افراد کو باقی دونوں سے زیادہ افضل قرار دیا ہے چنانچہ کتاب الام میں امام شافعی رقمطراز ہیں "وإنما اخترنا الافراد لانه ثبت أن النبي ﷺ أفرد"[30] یعنی ہم نے حج افراد کو ہی افضل اختیار کیا ہے کیونکہ آنحضور ﷺ نے حج افراد کیا تھا۔

جبکہ امام مالک سے متعلق قول ہے ''فاختار مالك الإفراد''یعنی امام مالک کے نزدیک افرادا فضل ہے''[31]۔انکی دلیل صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی یہ روایت ہے کہ:'' أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ'' [32] یعنی ہم حجۃ الوداع کے سال اس طرح گھر سے روانہ ہوئے کہ بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور کچھ نے حج و عمرہ دونوں کا جبکہ آپ ﷺ نے حج کا احرام باندھا یعنی نبی ﷺ نے حج افراد کیا۔

حنابلہ کے نزدیک حج تمتع سب سے زیادہ باعث فضیلت ہے پھر افراد اور پھر قرآن ان کا کہنا ہے کہ آنحضور ﷺ نے حج تمتع کیا ہے۔ان کی دلیل متفق علیہ حضرت ابن عمر سے مروی یہ روایت ہے ہیں'' قَالَ تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ'' [33]رسول اللہ نے حجۃ الوداع کے سال عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر حج تمتع کیا اور ذی الحلیفہ سے ہدی اپنے ساتھ ہانک کر لے گئے۔

جائزہ: تینوں آراء کے دلائل میں صحیحین کی روایات ہیں اس لیے ان میں زیادہ افضل ہونے سے متعلق کوئی رائے دینا انتہائی مشکل ہے البتہ اس سے متعلق وحبہ الزحیلی لکھتے ہیں'' وأرجح الرأي الثاني لأن رواة أحاديثه أكثرولأن جابراً منهم أقدم صحبة وأشد عناية بضبط المناسك'' [34]یعنی دوسری رائے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی مؤید احادیث کے راویان کی تعداد کثرت میں ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے حضرت جابر جو حضور ﷺ کی صحبت میں متقدم ہیں اور مناسک کو سب سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں ان کی رائے بھی یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی کے حوالے سے رقمطراز ہیں ''والصواب الذي نعتقده أنه صلّى الله عليه وسلم أحرم بحج، ثم أدخل عليه العمرة فصار قارناً'' [35]یعنی درست اور صواب یہ ہے جس کا ہمیں اعتقاد ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ نے حج کا احرام باندھا پھر اس پر عمرہ داخل کر دیا اور قارن کہلائے۔آگے چل کر فرماتے ہیں ہمارا صحیح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ کو حج میں داخل کیا اور فرمایا'' لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا''. [36]

5: خواتین اور بچوں کی طرف سے تلبیہ کہنا اور رمی کرنا

عن جابر قال كنا إذا حججنا مع النبي صلى الله عليه و سلم فكنا نلبي عن النساء ونرمي عن الصبيان۔ قال أبو عيسى هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه وقد أجمع أهل العلم على أنه المرأة لا يلبي عنها غيرها ۔ [37]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب ہم نے نبی ﷺ کیساتھ حج کر رہے تھے تو ہم عورتوں کی طرف سے تلبیہ کہتے تھے اور بچوں کی طرف سے کنکریاں مارتے تھے۔ابو عیسی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے اسی سند سے پہچانتے ہیں۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتوں کی طرف سے کوئی دوسرا رمی نہیں کر سکتا۔

یہی حدیث سنن ابن ماجہ [38] میں حضرت جابر ہی کی سند سے اسی مفہوم پر مشتمل ہے ان روایات میں ایک راوی اشعث بن سوار ضیعف ہے جس کو تقریب التھذیب میں ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔[39]

مستنبط احکام:

اول یہ کہ خود امام ترمذی حدیث کے آخر میں لکھتے ہیں "ھذا حدیث غریب" دوسرا اس میں روای اشعث بن سوار ضعیف ہے اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے تلبیہ کہنے کی نفی سے متعلق فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورتوں کی طرف سے دوسرے کا تلبیہ کہنا جائز نہیں۔ جیسا کہ امام شوکانی ابن قطان کے حوالے سے لکھتے ہیں "فإن المرأة لا يلبي عنها غيرها أجمع على ذلك أهل العلم" [40] یعنی اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کی طرف سے کوئی دوسرا رمی نہیں کر سکتا۔ البتہ کسی خاتون کو کوئی عذر لاحق ہو تو دوسرے کی طرف سے اس کا تلبیہ کہنا جائز ہے۔ اسی طرح بچے پر فرضیت حج کیلئے بلوغت ضروری ہے لہذا جب اس پر حج فرض نہیں تو پھر دوسرا اسے کیسے ادا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں:

ولا يجوز أن يرمي عنه إلا من قد رمى عن نفسه لأنه لا يجوز أن ينوب عن الغير وعليه فرض نفسه [41]

ترجمہ: اور جائز نہیں اس شخص کا رمی کرنا دوسرے کی طرف سے جس نے اپنی طرف سے رمی نہیں کی کیونکہ جس شخص پر اپنی رمی کرنے کا فرض باقی ہو اس کے لیے دوسرے کا نائب بن کر رمی کرنا جائز نہیں۔

البتہ کوئی بچہ قبل از بلوغ خود حج کرتا ہے تو اس کا یہ حج درست ہوگا۔ مگر یہ بعد از بلوغ فرض حج کی کفایت نہیں کرے گا۔

6: بچے اور غلام کے حج کی نوعیت

عَنْ السَّائِبِ بن يَزِيدَ قَالَ حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ۔[42]

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے لے کر حج کیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور میں سات برس کا لڑکا تھا۔

ترمذی میں یہی حدیث سائب بن یزید کی ہی سند سے انہی الفاظ میں نقل ہے [43] البتہ اس میں حجۃ الوداع کا لفظ اضافی ہے۔

مستنبط احکام:

اس حدیث مبارکہ میں نابالغ بچے کے حج کے جائز ہونے پر آنحضور ﷺ کا اقرار ہے اور اس مسئلے پر فقہاء میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے البتہ کچھ ذیلی مسائل قابل غور ہیں۔

اول: چونکہ آنحضور ﷺ کا اقرار سات سال کی عمر کے بچے سے متعلق ہے جو فہم و ادراک رکھتا ہے اور جو بچہ چھوٹا ہو اور مناسک حج سے متعلق فہم و سمجھ نہیں رکھتا اس کے حج کی نوعیت کیا ہے اس سے متعلق صاحبِ فقہ السنہ لکھتے ہیں "ثم إن كان الصبي مميزا أحرم بنفسه وأدى مناسك الحج، وإلا أحرم عنه وليه" جو بچہ ممیز ہو وہ اپنا احرام خود باندھے اور مناسکِ حج ادا کرے بصورت دیگر

اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھے گا۔اور امام مالک اور ابن منذر کے حوالے سے لکھتے ہیں" لایجزئھما ،لان الاحرام العقد تطوعا، فلا ینقلب فرضا" .[44] نفل احرام باندھنا جائز ہی نہیں کیونکہ نفل فرض میں منتقل نہیں ہو سکتا۔

دوم: کیا نابالغ بچے کا ادا کردہ حج عمر بھر کیلئے فریضہ حج کی ادائیگی کی کفایت کرے گا یا نہیں۔اس سے متعلق سب سے پہلے امام ترمذی نے حدیث میں ہی میں اجماع نقل کیا ہے۔پھر امام نووی ابن منذر کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْمَجْنُونَ إِذَا حَجَّ ثم افاق أو الصبى ثم بلغ انه لا يُجْزِئُهُمَا عَنْ حِجَّةِ الْإِسْلَامِ[45]

ترجمہ: اس پر اجماع ہے کہ مجنون اگر حج کرے اور پھر افاقہ ہو جائے اور اسی طرح بچہ جب بلوغت کو پہنچے تو وہ حج کرے کیونکہ ان کا حج فرض حج کی کفایت نہیں کرتا۔

اگر کوئی بچہ مناسک حج کی ادائیگی کے دوران سن بلوغ کو پہنچ جائے اور غلام کو آزادی مل جائے تو اس کے حج کی نوعیت کیا ہو گی۔امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ایسے بچے اور غلام کا حج فرض حج کی کفایت نہیں کرتا۔جیسا کہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ:

"وَاخْتلفُوا فِي الصَّبِي العَبْد يُحرِمان بِالْحَجِّ ثمَّ يَحْتَلِم الصَّبِي وَيعتق العَبْد قبل الْوُقُوف بِعَرَفَة، فَقَالَ مَالك: لَا سَبِيل إِلَى رفض الْإِحْرَام، ويتماديان عَلَيْهِ وَلَا يجزيهما عَن حجه الْإِسْلَام، وَهُوَ قَول أبي حنيفَة"[46]

ترجمہ: اور اختلاف ہے کہ اگر حج کیلئے محرم بچہ قبل از وقوف عرفہ بالغ ہو جائے اور اسی طرح غلام قبل از وقوف عرفہ آزاد ہو جائے تو امام مالک کہتے ہیں انہیں احرام ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ اعمال جاری رکھیں اور لیکن یہ حج ان کے فرض حج کیلئے کافی نہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ حج کی قبولیت اور صحت کیلئے بلوغت شرط ہے لہذا قبل از بلوغ یا قبل از آزادی فرض حج کی نیت کے ساتھ احرام نہیں باندھا جاسکتا اس لیے اس کو بعد میں نفل سے فرض حج کے احرام میں بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

امام شافعی کی رائے یہ ہے"إذا نويا بإحرامهما الْمُتَقَدّم حجّة الْإِسْلَام أجزأهما"[47] اگر انھوں (بچے اور غلام) نے شروع میں احرام کی نیت کی تو یہ حج ان کے فرض حج کیلئے کافی ہے۔

7: مزدلفہ سے روانگی کا وقت

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نُغَلِّسُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى.[48]

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے کہ ہم ہمیشہ یہی کرتے تھے نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں کہ اندھیرے میں چل نکلتی تھیں مزدلفہ سے منیٰ کو۔

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث موجود ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی سند سے مروی صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں ہے "يَقُولُ بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ".[49] کہ آپ ﷺ مجھے بوجھل

لوگوں میں بھیجا جنھیں رات کو ہی مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔

مستنبط احکام:

دراصل مزدلفہ سے روانگی کا افضل وقت یہ ہے کہ جب صبح کی روشنی اور سفیدی اچھی طرح پھیل جائے لیکن ان احادیث میں خواتین کی منہ اندھیرے واپسی سے متعلق حضور ﷺ کا اقرار ہے۔ دراصل آدھی رات کے بعد سے اور قبل از فجر مزدلفہ سے واپسی کی اجازت بالتخصیص ہے اور وہ کمزور، خواتین، ضعفاء اور معذوروں کیلئے ہے۔ جیسا کہ امام شوکانی رقمطراز ہیں کہ: " وحديث عائشة وابن عباس وابن عمر فيها دليل على جواز الإفاضة قبل طلوع الشمس وفي بقية جزء من الليل لمن كان من الضعفة "[50] یعنی احادیث حضرت عائشہ، ابن عباس اور ابن عمر سے مروی احادیث اس بات کے جواز میں دلیل ہیں کہ آدھی رات کے بعد طلوع آفتاب سے قبل کمزور لوگ مزدلفہ سے منی کو روانہ ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی بلا عذر قبل از طلوع فجر روانہ ہو جائے تو اس سے متعلق امام طبری لکھتے ہیں۔ "الْإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّ مَنْ لَمْ يَقِفْ فِيهَا حَتَّى طَلَعَتْ الشَّمْسُ فَاتَهُ الْوُقُوفُ "[51] یعنی اس کے وقوف عرفات فوت ہونے پر اجماع ہے جو طلوع شمس تک وقوف نہ کرے۔ اگر کوئی وقوف مزدلفہ کو مرض، ضعیف العمری یا کسی تکلیف کی بناء پر ترک کرے تو جائز ہے اور کوئی دم واجب نہیں اور اگر کوئی بلا عذر اسے ترک کرے تو اس پر دم واجب ہے۔

8 : طلوع فجر سے قبل رمی:

عن أسماء أنها رمت الجمرة قلت إنا رميا الجمرة بليل قالت إنا كنا نصنع هذا على عهد رسول الله ﷺ۔[52]

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ انھوں نے کنکریاں ماریں اور کہا کہ ہم نے رات ہی میں کنکریاں مار لیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے۔

مستنبط احکام:

اس حدیث میں طلوع فجر سے قبل رمی کرنے کا ذکر ہے جبکہ ایک دوسری قولی حدیث میں اثبات ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے "لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ "[53] حضور ﷺ نے فرمایا رمی نہ کرو یہاں تک کہ سورج نکل آئے۔

ان دونوں احادیث میں رمی کے وقت سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک رمی کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ: " وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ مَنْ رَمَاهَا ذَلِكَ الْيَوْمَ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى زَوَالِهَا "[54] اس کی رمی کے صحیح ہونے پر اجماع ہے جو بعد از طلوع شمس سے زوال تک رمی کرے۔ طلوع فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک بالاتفاق رمی کرنا جائز ہے۔ جبکہ طلوع فجر سے قبل رمی سے متعلق جمہور، حنفیہ، اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ رمی کا وقت طلوع آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے البتہ طلوع فجر کے بعد بھی جائز ہے مگر طلوع فجر سے قبل جائز نہیں جیسا کہ علامہ مبارکپوری رقمطراز ہیں کہ: "لِأَنَّ الرَّمْيَ حِينَئِذٍ سُنَّةٌ وَمَا قَبْلَهُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَائِزٌ اتِّفَاقًا "[55] رمی کرنا اس وقت (بعد از طلوع شمس) سنت ہے اور اس

سے قبل طلوعِ فجر کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ان کی دلیل حضرت ابن عباس سے مروی مذکورہ بالا حدیث ہے کہ:" لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ" ۔ جبکہ شافعیہ کے نزدیک رمی کا پسندیدہ وقت بعداز طلوع شمس ہے البتہ قبل از فجر کرنے میں کوئی کراہت نہیں ۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ: "وَقْتُ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ الَّذِي أُحِبُّهُ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا أَكْرَهُهُ قَبْلَ الْفَجْرِ"[56] یعنی جمرہ عقبیٰ کی رمی کا پسندیدہ وقت طلوع شمس کے بعد ہے اور قبل از فجر بھی کراہت نہیں۔

سفیان ثوری کہتے ہیں" لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَرْمِيَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ"[57] طلوع آفتاب سے قبل کسی کیلئے رمی جائز نہیں۔ان دونوں احادیث کی تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بعداز طلع شمس رمی کرنا مستحب ہو جس کا ذکر صاحب تحفۃ الاحوذی یوں کرتے ہیں" لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ بِحَمْلِ الْأَمْرِ عَلَى النَّدْبِ"[58] اوران احادیث میں جمع وتطبیق یوں ہے کہ طلوع شمس تک رمی نہ کرنے کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔(واللہ اعلم)

9: حج وعمرہ کے لیے حلق یا تقصیر:

عَنْ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ۔ [59]

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ نے بال منڈوائے اور کسی نے صرف کتروائے تھے۔

مستنبط احکام:

حلق سے مراد بالوں کا صاف کرنا یعنی استرے وغیرہ سے بالکل صاف کروانا اور تقصیر کا مطلب ہے بال چھوٹے کروانا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ[60]

ترجمہ: تم لوگ ضرور مسجد حرام میں اس طرح مامون حالت میں ہونگے کہ تم میں سے کچھ نے اپنے سروں کو بے خوف وخطر منڈوایا اور کچھ نے بال تراشے ہونگے۔

اسی طرح حضرت ابوہرہ سے قولی حدیث مروی ہے جس میں تین مرتبہ فرمایا" اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ"۔[61] اے میرے اللہ سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور بال کتروانے والے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے اللہ بال کتروانے والوں کی مغفرت فرما۔اس طرح قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ سے واضح طور پر حلق وقصر دونوں کے جواز کا بیان ہے۔اگران دونوں میں سے فضیلت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حلق بالاتفاق افضل واولیٰ ہے۔

حلق یا تقصیر کی مقدار:

حلق کی مقدار پورا سر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" محلقین رؤسکم ومقصرین"،لیکن احناف کے نزدیک اگرکم ازکم

چوتھائی سر یا اس سے کچھ زیادہ مقدار میں بھی منڈوالیا جائے تو جائز ہے مگر بالکراہت جیسا کہ وضوء میں کم از کم چوتھائی سر کا مسح لازمی ہے۔اور حلق کی مقدار میں اختلاف ہے "فَعَنْ الْحَنَفِيَّةِ الرُّبُعُ, إِلَّا أَنَّ أَبَا يُوسُفَ قَالَ: النِّصْفَ "[62] یعنی احناف کے نزدیک کم از کم چوتھائی سر ہے مگر امام ابو یوسف نصف سر کہتے ہیں۔

اگر کسی کے سر پر بال نہ ہوں تو خالی استرا پھیر وادے یا اگر چند بال بھی ہوں تو ان کو استری سے صاف کروالے۔ تقصیر کیلئے انگلی کے پوروں کے برابر (پور سے مراد انگلی کے اوپر والا جوڑ) یعنی اس مقدار کی لمبائی کے برابر بال کٹوائے۔امام مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک انگلی کے پور کے بقدر خواہ معمولی سا کم ہو جائے یا زیادہ جائز ہے۔احناف انگلی کے پور سے کچھ زیادہ مقدار کے برابر بال کٹوانا جائز قرار دیتے ہیں تا کہ تقصیر متحقق ہو جائے[63]۔امام شافعیؒ کی رائے میں حلق یا تقصیر کیلئے بالوں کی کم از کم تعداد تین ہے:

عَنْ الشَّافِعِيِّ أَقَلُّ مَا يَجِبُ حَلْقُ ثَلَاثِ شَعَرَاتٍ. وَفِي وَجْهٍ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ شَعْرَةٌ وَاحِدَةٌ".[64]

ترجمہ: امام شافعیؒ کے نزدیک حلق کیلئے کم از کم تین بال کٹوانا واجب ہے۔اگر کسی کے سر پر صرف ایک ہی بال ہو تو وہی صاف کروادے۔

خواتین کیلئے تقصیر کا حکم:

خواتین کیلئے بالاتفاق صرف تقصیر ہے۔یعنی سر کے بالوں کو سروں سے پکڑ کر انگلی کے پوروں کے برابر کاٹ دیں۔اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی یہ حدیث ہے کہ: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ".[65] عورتوں کیلئے حلق نہیں بلکہ تقصیر ہے۔ تقصیر کی مقدار سے متعلق احناف اور شوافع کا موقف زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں باقی مذاہب کی نسبت پورے سے کچھ زائد مقدار کا ذکر ہے جس میں تسلی اور یقین کا عنصر پایا جاتا ہے۔

مرقومہ بالا تفاصیل کا حاصل یہ ہے کہ حج کا شمار شعائر اسلام میں ہوتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی بلا چون وچرا اطاعت کا مظہر ہے اور اہل اسلام کے باہمی اتحاد اور تعاون وتناصر کی مضبوطی کا باعث ہے۔تقریر رسول ﷺ اسلامی قانون کے استنباط کا اہم ذریعہ ہے اور کثیر تعداد میں اسلامی احکام کا استنباط اس کی بدولت ممکن ہوا جیسا کہ حج وعمرہ سے متعلق احکام کا یہاں بالاختصار ذکر کیا گیا ہے۔ بعض احکام جو ایسی احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں جو بظاہر مختلف مفاہیم کی حامل ہیں ان پر فقہی اختلاف رائے جو ایک فطری عمل ہے اس کا حقیقی اور اصولی حل فن حدیث کے علماء نے علم مختلف الحدیث کے تحت پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

[1] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1419ھ، رقم 542

[2] البقرة 196:2

[3]القشیری، مسلم بن الحجاج ، صحیح مسلم ،دارالسلام للنشروالتوزیع، ریاض، 1421ھ، رقم2917

[4]السجستانی ابو داود، احمد بن شعیب ، السنن ،دارالسلام لنشرو التوضیع، ریاض،1420ھ، رقم2926

[5]النسائی، سلیمان بن اشعت ، السنن ، ریاض ،دارالسلام لنشرو التوضیع ، الریاض ، سعودی عرب،1420ھ، رقم1830

[6]الشافعی ، محمدبن ادریس ، المسند، دارلکتب العلمیه ، بیروت،1400ھ، کتاب اختلاف الحدیث وترك المعادمنها، ج1، ص155

[7]ابن قدامه، ابو محمدعبدالله بن احمد ، المغنی، مکتبه القاہرہ،1968ء، مسئله یستحب لمن اراد الاحرام ان یتطیب فی بدنه خاصة، ج3، ص258

[8]النووی، ابو زکریا یحیی بن شرف، المنهاج شرح مسلم بن الحجاج للنوی، دار احیاء التراث العربی، بیروت،1392ھ، کتاب الحج، باب الطیب للمحرم عند الإحرام، ج8 ، ص98

[9]المغنی، مسئله یستحب لمن اراد الاحرام ان یتطیب فی بدنه خاصة، ج3، ص258

[10]صحیح مسلم ،کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحج او عمرة و مالا یباح و بیان تحریم الطیب علیه، رقم حدیث2800

[11]المنهاج شرح مسلم للنووی، کتاب الحج ، باب استحباب الطیب قبل الاحرام في البدن واستحبابه بالمسك، ج8، ص89

[12]مرجع و صفحه سابق

[13]مرجع و صفحه سابق

[14]القزوینی ابن ماجه، محمد بن یزید ،سنن ابن ماجه، دارالسلام لنشرو التوضیع ، ریاض، ط1 ،1420ھ، کتاب المناسك، باب المحرمه تسدل الثوب علی وجهها، رقم2935

[15]سنن ابي داود، کتاب المناسك، باب فی المحرمة تغطی وجهها، رقم1833

[16]ابن حجر عسقلانی ، احمد بن علی، تقریب التهذیب، دارلمعرفه، بیروت،1415ھ ، رقم الترجمه 7994

[17]البانی، محمد ناصرالدین، صحیح و ضعیف سنن ابن ماجه، مرکز نورالاسلام لابحاث القرآن والسنة ،سکندریه، مصر، رقم 2919

[18]الشوکانی ، محمد بن علی ،نیل الاوطار، دار الحدیث، مصر ، ط:1،1413ھ، کتاب المناسك، باب ما یجتنبه من اللباس ، ج5، ص9

[19]المغنی، کتاب الحج ، مسئله المراة یحرم علیها تغطیة وجهها فی احرامها، ج3، ص301

[20]الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط:2، 1406ھ، کتاب الحج، فصل محظورات الاحرام ، ج2، ص185

[21] المغنی، کتاب الحج ، مسئله المراة یحرم علیها تغطیة وجهها فی احرامها، ج3، ص301

[22]صحیح مسلم، کتاب الحج ، باب تحریم الصید للمحرم، رقم2850

[23]المائده 5: 95

[24]المائدہ5 : 96

[25]صحیح بخاری ،کتاب الحج،باب اذا اھدی للمحرم حمار وحشی حیا لم یقبل،رقم1825

[26]صحیح مسلم، کتاب الحج،باب تحریم الصید للمحرم،رقم 2859

[27]البیھقی،ابو بکر احمد بن الحسین ،السنن الکبری،دار الکتب العلمیة،بیروت ،ط:3، 2003ء،کتاب الحج،باب مالا یاکل المحرم من الصید، رقم9924

[28] صحیح بخاری ،کتاب الجہاد والسیر،باب الارتداف فی الغزو والحج،رقم2986

[29]صحیح مسلم،کتاب الحج، باب فی المتعة بالحج والعمرة،رقم2947

[30] الشافعی ،محمد بن ادریس ،کتاب الام، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع،کتاب الحج،باب التمتع فی الحج،ج7،ص266

[31]ابن رشد ، محمد بن احمد ،بدایة المجتھد و نھایة المقتصد، مکتبہ نزار مصطفی الباز،ریاض،1995ء،کتاب الحج،القول فی الافراد،ج1،ص626، القاری، نور الدین علی بن سلطان محمد ،مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، دار الفکر، بیروت ،ط:1، 1422ھ،کتاب المناسك، باب الاحرام و التلبیہ،ج5ص1760

[32]صحیح بخاری ،کتاب الحج،باب التمتع والاقران والافراد بالحج و فسخ الحج لمن لم یکن معه ھدی،رقم1562

[33] صحیح بخاری،کتاب الحج،باب من ساق البدن معه ،رقم1691

[34]الذھیلی،وھبه ،فقه الاسلامی واولة ،دارالفکر،دمشق ،ط4،س ن ،المبحث الخامس ،ارکان الحج والعمرة،ج 3،ص497

[35]ایضاً

[36]صحیح مسلم،کتاب الحج،باب فی الافراد والاقران بالحج والعمرة،رقم3087

[37]سنن ترمذی ، ابواب الحج ،باب ما جاء فی الحج الصبی،رقم927

[38] سنن ابن ماجه ،کتاب المناسك ،باب الرمی عن الصبیان،رقم3038

[39]تقریب التھذیب ،رقم الترجمه 565

[40] نیل الاوطار، کتاب المناسك، باب صحة حجة الصبی والعبد من غیر ایجاب له علیھما،ج5،ص309

[41]المغنی ،کتاب الحج، فی الحج بالولد الصغیر وما یتعلق به احکام الاحرام ومحظورات الاحرام،ج3،ص207

[42]صحیح بخاری، کتاب الحج،باب حج الصبیان،رقم1858

[43]سنن ترمذی ، ابواب الحج،باب ما جاء فی حج الصبی،رقم925

[44] سید سابق، فقه السنة، دار الکتاب العربي، بیروت،1977ء،کتاب الحج، شروط وجوب الحج،ج1،ص633

[45]النووی،یحیی بن شرف،المجموع شرح المھذب(مع تکملة السبکي والمطیعی)،دارالفکر،فی مذاھب العلماء فی حج الصبی، ج7،ص39،اس کتاب کی تکمیل جز نمبر دس تا بارہ تقی الدین سبکی نے اور تیرہ تا بیس محمد نجیب المطیعی نے کی ہے۔

[46] العینی، بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، کتاب جزاء الصید، باب حجة الصبیان، ج10، ص217

[47] ایضاً

[48] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب تقدیم دفع الضعفة من النساء و غیرھن من المزدلفه الی منیٰ فی آواخر الیل قبل زحمة الناس و استحباب المکث لغیرھم حتی یصلو الصبح بمزدلفة، رقم3125

[49] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب حج الصبیان، رقم1856

[50] نیل الاوطار، کتاب المناسك، ابواب دخول مکه وما یتعلق به، باب دفع الی مزدلفة، ج5، ص67

[51] ایضاً

[52] سنن ابي داود، کتاب المناسك، باب التعجیل من جمع، رقم1943

[53] ایضاً، رقم 1941

[54] ابوعمریوسف بن عبدالله، الاستذکار، دارالکتب العلمیة، بیروت، 2000ء، کتاب الحج، باب تقدیم النساء والصبیان، ج4، ص293

[55] مبارکپوری، عبد الرحمن بن عبد الرحیم، تحفه الاحوذی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ابواب الحج، باب ما جاء فیمن أدرك الامام بجمع، ج3، ص544

[56] الاستذکار، ج4، ص293

[57] ایضاً

[58] تحفه الاحوذی، ج3، ص544

[59] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداء، رقم4411

[60] الفتح 48 :27

[61] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق و التقصیر عند الاحلال، رقم1728

[62] نیل الاوطار، کتاب المناسك، ابواب دخول مکه وما یتعلق به، باب النحرو الحلاق و التقصیر وما یباح عندھما، ج5، ص83

[63] فقه الاسلامی و ا ولة، المبحث الخامس، ارکان الحج والعمرة، باب مقدار الواجب، ج3، ص576

[64] نیل الاوطار، کتاب المناسك، ابواب دخول مکه وما یتعلق به، باب النحرو الحلاق و التقصیر وما یباح عندھما، ج5، ص83

[65] سنن ابي داود، کتاب المناسك، باب الحلق والتقصیر، رقم1985

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.